علم الفواصل کی تاریخ، حکمت اور طرق معرفت کا تحقیقی جائزہ

The Analytical Study of Elm-ul-Fawasil (Interspace), History, Finesse and its Types of Knowing

*حافظ امیر نواز خان

Abstract

Elm-ul-Fawasil (Intespace) is the knowledge of the leading verses of the Quran. To inquire the numer of verses, interspace is the main objective of this knowledge. We have so far considered the miraculous characteristics of the Quran from the scientific and historical points of view. In addition to this, the Quran aslo possesses an astounding, inimitable style from the literacy perspective. The words employed in the Quran are exceedingly special, both in terms of meaning and also of fluency and effect style. Quran is the ultimate miracle of God. The present Quran is in the some condition as it was revealed because almighty Allah has been taken the responsibility its protection. This paper present the definition of Elm-ul-Fawasil, Histoy, etymology, title, its types and the importance of this knowledge.

Keywords: Quran, Sunnah, Interspace, Miraculous.

* اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

علم الفواصل قرآن مجید کی آیات کی تعداد اور راسِ آیت کے جاننے کا علم ہے، ہر سورت میں کتنی آیات ہیں اور آپ ﷺ نے کس جگہ وقف کیا ہے اور کس موقع پر وصل۔ قرآن مجید کی آیتوں میں مقاطع، اسجاع کی بجائے فواصل کہلاتے ہیں کیونکہ سجع اور قافیہ بلاغت کے لحاظ سے عیب ہے اور جمہور کے مطابق قرآن مجید کے لئے سجع اور قافیہ کے الفاظ کا استعمال ممنوع ہے۔ فواصل قرآنیہ کو مشاکلت، نظائر، اور انفصال کلام سے پہچانا جاسکتا ہے۔ فواصل کی معرفت کی وجہ سے وقفِ حسن اور نماز و خطبہ کی صحت کے لئے مشروع تعداد آیات کا علم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علماء کرام نے ہر دور میں فواصل کی معرفت، اقسام اور اعجاز کے حوالے سے بیش قیمت تصنیفات کی ہیں۔

حرف اول

قرآن مجید وہ واحد آسمانی کتاب ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کتاب سراپا معجزہ ہے اور جب فصاحت و بلاغت کے دعوی دار عرب قوم نے اسے سنا تو اس کے دلنشین اسلوب کلام کی وجہ سے کسی نے اس کو شاعر کی کتاب اور بعض لوگوں نے کاہن کی سجع قرار دی۔ اللہ نے خود اس کی وکالت فرمائی۔

وما علمنٰه الشعر وماينبغی له ان هو الا ذكر و قراٰن مبين (یٰس:٦٩) دوسری جگہ اللہ فرماتے ہیں:

وماهوبقول شاعر قليلاماتومنون. ولابقول كاهن قليلا ما تذكرون (الحاقۃ: ۴۱،۴۲)

ان ہی الزامات کے پس منظر میں علم الفواصل کی بنیاد پڑی۔ قرآن مجید کے مقاطع اسجاع کی بجائے فواصل کہلاتے ہیں۔ کیونکہ سجع عیب اور فواصل بلاغتِ عالیہ ہے۔ قرآن مجید کے اوزان کی بنیاد نہ بحر مدید پر ہے اور نہ بحر طویل پر۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسانی سانس کی فطری درازی کو قرآن مجید کا وزن بنایا ہے۔ اور اسی بناء پر بعض آیات میں دو دو اور بعض میں تین تین فواصل ہوتے ہیں۔

اس مقالے میں فواصل کی تعریف، تاریخ، موضوع، حکمت و اعجاز، وجہ تسمیہ، معرفت کے طریقے اور فوائد، اقسام اور سجع فی القرآن پر بحث ہو گی۔

تعریف الفواصل

فواصل فاصلۃ کی جمع ہے۔ اس کا مادہ ف ص ل (فصل) ہے۔ جس کے معنی قطع کرنا، جدا کرنا، ممتاز اور علیحدہ کرنا۔ الفصل دو چیزوں کے درمیان روک اور دو زمینوں کے مابین حد کو کہتے ہیں۔ الفاصلہ مؤنث ہے فاصل کا؛ ہار کے دو مہروں کے درمیان ایک دوسرے رنگ کے مہرے کو کہتے ہیں۔ عرب کہتے ہیں: فصل العقد۔ " اس نے ہار کے دو ہم رنگ موتیوں کے درمیان ایک دوسرے رنگ کی موتی ڈال دی ہے "۔(1)

ابنِ منظور الافریقی لکھتے ہیں: الفصل بون ما شيئين- فصلت الشیءفانفصل ای قطعته فانقطع۔والفاصلة الخرزة التی

تفصل بين الخرزتين فى النظام و اواخر الايات فى كتاب الله فواصل بمنزلة قوافى الشعر جلّ كتاب الله عز وجلّ واحدتها فاصلة- وقوله عزّوجلّ كتاب فصّلناه له معنيان احدهما تفصيل اياته بالفواصل والمعنى الثانى فى فصّلناه بيّناه۔(2)

۱۔ ابو عمر الدانی(م444ھ) کہتے ہیں: كلمة آخر الجملة(3)۔ "جملہ کے آخری کلمہ کو فاصلہ کہتے ہیں"۔

۲۔ علامہ الزرکشیؒ(م794ھ) کہتے ہیں: الفاصلة هى كلمة آخر الآية: كقافية الشعر و قرينة السجع(4)۔

"فاصلہ آیت کے آخری کلمہ کو کہتے ہیں جس طرح شعر میں قافیہ اور سجع میں قرینہ ہوتا ہے"۔

۳۔ علامہ سیوطیؒ(م911ھ) الفاصلة هى آخر كلمة فى الآية كقافية الشعر و قرينة السجع(5)۔

"جس طرح شعر کے آخری لفظ کو قافیہ اور سجع کے انتہائی لفظ کو قرینہ کہتے ہیں اسی انداز پر آیت قرآنی کے اخیر کا کلمہ فاصلہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے"۔

۴۔ قاضی ابو بکر الباقلانی(403ھ) کہتے ہیں: الفواصل حروف متشاكلة فى المقاطع، يقع بها افهام المعانى(6)۔

"فواصل ان ہم شکل حروف کا نام ہے جو کہ کلمات کے مقاطع میں ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے افہام معانی کا وقوع ہوا کرتا ہے"۔

۵۔ الرّمانی المعتزلی (384ھ) کہتے ہیں: الفواصل حروف متشاكلة فى المقاطع توجب حسن افهام المعانى(7)۔

"فواصل ان ہم شکل حروف کو کہتے ہیں جو کلمات کے مقاطع میں ہوتے ہیں اور حسن معانی کو واجب کرتے ہیں"۔

۶۔ ابن منظور الافریقی کہتے ہیں: اواخر الايات فى كتاب الله فواصل بمنزلة قوافى الشعر جلّ كتاب الله عزّوجلّ(8)۔

"کتاب اللہ کی آیات کے آخر کو فواصل کہتے ہیں جو شعر کے قوافی کی مانند ہوتے ہیں، اللہ کی کتاب اس سے پاک و برتر ہے"۔

ان تمام تعریفات کا خلاصہ یہ ہے کہ فاصلہ کسی کلمہ کے آخر میں معانی کی تحسین اور کلام کے دوران استراحت کے لئے ہوتا ہے۔ انسانی سانس کی فطری درازی قرآن کریم کا وزن ہے۔

تاریخ الفواصل

اسلامی علوم میں فاصلہ اور علم الفواصل کا ظہور کب سے ہو گیا تھا؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل دو قسم کے شواہد پائے جاتے ہیں۔

۱۔ بعض علماء کے مطابق قرآن مجید میں الفاصلہ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَى عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف:52)

دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ (حم السجدۃ:3)۔

ان دو آیات مبارکہ سے فواصل کی بنیاد کا پتہ چلتا ہے کہ خود قرآن مجید میں اس کا ثبوت روز اوّل سے موجود ہے۔

۲۔ فواصل کی بحث علوم کی نشأۃِ اول سے جاری و ساری تھی۔ ابتداء سے یہ علم بلاغت کا حصہ تھا لیکن جاحظ (م255ھ) کی کتاب "نظم القرآن" کے ضائع ہونے کی وجہ سے یہ بتانا مشکل ہو گیا ہے کہ قرآن مجید کے بعد اس کا نام 'الفاصلہ' کس نے رکھا۔

امام جلال الدین السیوطیؒ (م911ھ) نے ابو عثمان عمرو بن البحر الجاحظ (م255ھ) کی طرف یہ بات منسوب کی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے عربوں کے برخلاف اپنی کتاب کا نام قرآن مجید رکھا جس طرح وہ کسی مجموعے کا نام دیوان رکھتے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید کا کچھ حصہ سورۃ کہلاتا ہے جیسے دیوان میں قصیدہ ہوتا ہے۔ سورۃ کا کوئی ٹکڑا آیت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جس طرح قصیدے کا کوئی بیت اور شعر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح آیت کے آخر کو فاصلہ کہتے ہیں جس طرح شعر کے آخر کو قافیہ بولتے ہیں"۔(9)

البتہ یہ ایک حقیقت ہے کہ فواصل کو منظر عام پر لانے کا سہرا ابو الحسن الاشعری (م324ھ)، الرّمانی المعتزلی (م384ھ) اور القاضی ابو بکر الباقلانی (م403ھ) کے سر ہے۔ ان حضرات نے اس اصطلاح کو متعارف اور متداول کرایا۔ یہی وجہ تھی کہ علوم القرآن اور بلاغت کی کتب میں اس کے لئے لمبی لمبی فصلیں متعین کی گئی ہیں۔

قرآن مجید کی آیات کے اواخر کے لئے فواصل کا لفظ سب سے پہلے مشہور نحوی عالم اور تابعی خلیل بن احمد فراہیدی (م170ھ) نے استعمال کیا تھا۔ اسی نے مقاطع قرآن کو سب سے پہلے فاصلہ کے نام سے موسوم کیا تھا۔

ابو الحسن الاشعری وہ پہلی شخصیت تھی جس نے قرآن مجید کو سجع سے پاک اور برتر قرار دیا۔ اس نے فاصلہ کو نظمِ قرآنی کے ساتھ مخصوص کیا۔ اسی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے القاضی ابو بکر الباقلانی نے اپنی کتاب میں دو الگ الگ فصل قائم کئے ہیں۔ ایک "فصل فی نفی السجع من القرآن" اور دوسری "الفواصل والفرق بینها و بین الاسجاع" کے نام سے ہیں۔(10)

وجہ تسمیہ

علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب میں فاصلہ کا وجہ تسمیہ یوں بیان کیا ہے:

وتسمّی فواصل لانّه ینفصل عندها الکلامان وذٰلک ان آخر الأیة فصل بینها و بین ما بعدها (11)۔

"آیتوں کا نام فواصل اس واسطے رکھا گیا کہ اس جگہ دو کلام ایک دوسرے سے الگ ہوا کرتے ہیں یوں کہ آیت کا اخیر اس آیت اور اس کے مابعد کے مابین فصل ڈال دیتا ہے"۔

علامہ ابنِ خلدون (م808ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب میں لکھتے ہیں:

"قرآن پاک اگرچہ نثر ہے مگر نہ تو نثر مرسل ہے اور نہ نثر مسجع، بلکہ اس کی آیتوں میں فاصلہ ہے۔ اور وہ ایسے مقطعوں پر ختم

ہوتی ہے کہ ذوق ان پر کلام کے ختم ہونے کی خود شہادت دیتا ہے۔ پھر ہر مقطع کے بعد دوسری آیت کا آغاز اور اختتام ہوتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو فواصل کہتے ہیں "۔(12)

علم الفواصل

علم الفواصل جسے علم الفواصل القرآنیہ بھی کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام "علم عدّ الآی" ہے۔ اس کی تعریف حسبِ ذیل ہے۔

هو علم يبحث فيه عن اصول آيات القرآن الكريم من حيث ان كلّ سورة كم أيةً وما رؤوسها وما خاتمتها.هل الفاصلة هى رأس الآية ام غيرها؟(13)

"یہ وہ علم ہے جس میں قرآن کریم کی آیات کے متعلق اصولوں پر بحث کی جاتی ہے۔یعنی ہر سورت میں کل کتنی آیات ہیں؟ ہر آیت کا سر اور خاتمہ کس لفظ پر ہوتا ہے؟ کیا یہ فاصلہ راس آیت ہے یا اس کے علاوہ؟"

موضوع علم الفواصل:

اس علم کا موضوع قرآن کریم کی آیات مبارکہ ہیں۔ اس علم میں قرآن کی سورتوں کے متعلق یہ بحث بھی کی جاتی ہیں کہ سورتوں کی موجودہ ترتیب سماعی ہے یا توقیفی؟ آیات مبارکہ کی کل تعداد کتنی بنتی ہیں؟

فواصل اور رؤوس آیت میں فرق:

فواصل اور راسِ آیت میں عام اور خاص کا فرق ہے۔ ابو عمر الدانی لکھتے ہیں:

امّا الفاصلة فهى الكلام المنفصل ممّا بعده والكلام المنفصل قد يكون رأس آيةٍ، وغير رأس وكذٰلک الفواصل يكن رؤوس آى وغيرها وكلّ رأس أية فاصلة و ليس كلّ فاصلة رأس أية(14)۔

"پس فاصلہ بعد میں آنے والے کلام سے ایک الگ کلام ہوتا ہے اور یہ کلام منفصل کبھی راس آیت ہوتی ہے اور کبھی راس آیت نہیں ہوتی اور ہر آیت کا سر فاصلہ ہوتا ہے جب کہ ہر فاصلہ راسِ آیت نہیں ہوتا ہے"۔

یہی فرق صاحبِ کشف الظنون نے بھی بیان کی ہے۔

الفاصلة هى الكلام المنفصل عمّا بعده والكلام المنفصل قد يكون رأس أية وقد يكون غيره و رؤوس الآى قد تكون منفصلة و قد لا تكون۔(15)

قرآن کریم کی آیات اور سورتوں کی ترتیب:

لفظ آیت مختلف معنوں معجزہ، علامت، عبرة، دلیل وبرہان اور امرِ عجیب میں استعمال ہوتا ہے۔ آیات مبارکہ کی موجودہ ترتیب اور آج مصاحف میں اس کا لکھا ہوا انداز توقیفی ہے، یعنی اسی ترتیب اور انداز کے ساتھ نازل ہوا ہے اور اس ترتیب پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ علامہ زرقانیؒ (م1367ھ) اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

"قرآن مجید کی موجودہ ترتیب توقیفی ہے اور اس میں رای اور اجتہاد کا عمل دخل نہیں ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام اللہ کی طرف سے وحی لانے کے بعد جس طرح تلاوت فرماتے بالکل اسی طرح ان آیات کی متعین سورۃ میں جگہ بھی ارشاد فرماتے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ صحابہ کے سامنے تلاوت فرماتے "۔(16)

قرآن مجید کی موجودہ توقیفی ترتیب کے متعلق امام قرطبیؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں قرآن مجید کی اس آیت کی تفسیر میں دو روایات سے استشہاد کیا ہے۔وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللَّهِ(البقرہ:281)

اس آیت کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اجعلوها بين أية الرّبا و أية الدّين۔"اس آیت کو ربا اور قرض کی آیت کے درمیان رکھو۔"اس طرح کی ایک اور روایت امام قرطبیؒ نے مکی ابن ابی طالب سے نقل کی ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

جاءنی جبرئیل فقال: اجعلها علیٰ رأس مائتین و ثمانین أيةً(17)۔

"حضرت جبرئیل علیہ السّلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اس آیت کو دوسو اسی (280) کے راس پر رکھو "۔

البتہ آیاتِ قرآنیہ کے فواصل کے تعیّن اور سورتوں کی آیات کی تعداد کے متعلق درج ذیل دو آراء پائی جاتی ہیں:

پہلی رائے:

قرآن مجید کے تمام فواصل کا تعین توقیفی ہے اور اس میں اجتہاد کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس کے ثبوت کے طور پر یہ روایت موجود ہے۔

عن عطاءبن يسار السلمی، انّه قال: حدّثنی الّذين كانوا يقرؤوننا القرأن وهم عثمان بن عفان، وعبد الله بن مسعود، و ابی بن كعب، انّ الرسولﷺ كان يقرئهم العشر من القرأن فلا يجاوزونها الیٰ عشرٍ أخر حتّی يتعلموا ما فيها من العمل- فقالوا تعلمنا القرأن والعمل جميعاً۔(18)

"حضرت عطاءبن یسار السلمی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہے جو ہمیں قرآن پڑھاتے تھے اور وہ حضرت عثمان بن عفان، عبد اللہ بن مسعود، اور ابی بن کعب رضی اللہ عنھم تھے، کہ حضور ﷺ انہیں قرآن مجید کی دس آیات پڑھا دیتے تھے اور اس وقت تک اگلی دس آیات کی طرف نہ جاتے جب تک ان دس آیات میں موجود باتوں کو عمل کے ذریعے سیکھ نہ لیتے۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح ہم نے قرآن اور عمل کو ایک ساتھ سیکھا"۔

قرآن مجید کی آیات کی ترتیب کے توقیفی ہونے کی ایک عقلی دلیل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بعض آیات کا مابعد کے کلام کے ساتھ گہرا تعلق ہے لیکن ان کو اس کے ساتھ شمار نہیں کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ علق کی آیت ارايت الذی ينهیٰ کا تعلق سورۃ النازعات کی آیت عن من تولیٰ کے ساتھ۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں قیاس اور اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے۔

دوسری رائے:

یہ رائے کئی وجوہات کی بناء پر راجح معلوم ہوتی ہے۔ اس کو ابن عبد الکافی اور امام الدانی نے اختیار کیا ہے اور امام الشاطبی نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس رائے کے مطابق بعض فواصل توقیفی ہیں اور بعض دوسرے اجتہادی۔

1۔ تعینِ فواصل توقیفی 2۔ تعینِ فواصل اجتہاد۔

تعیّنِ توقیفی:

قرآن مجید کی اکثر آیات کے فواصل توقیفی ہیں۔ یہ وہ آیات مبارکہ ہیں جن پر آپ ﷺ نے ہمیشہ وقف کیا ہے اور ان پر کبھی بھی وصل نہیں کیا۔ یہ آیات ہمیشہ منفرد گنی ہوئی (Counted Individualy) ہیں۔ اسی طرح ایسے مواقع بھی ہیں جن پر آپ ﷺ نے ہمیشہ وصل کیا ہے کبھی وقف کی نوبت نہیں آئی۔ ان آیات کو متفقہ طور پر علیحدہ اور جدا شمار نہیں کیا گیا ہے۔

تعیّن اجتھادی:

یہ وہ آیات مبارکہ ہیں جن پر آپ ﷺ نے کبھی وقف کیا اور کبھی وصل۔ وقف کرنے کا مقصد امت کو راس آیت یا وقفِ تام بتلانا مقصود ہوتا تھا۔ یا پھر آرام کی وجہ ہوتی۔ وصل کرنے کی وجہ امت کو یہ تعلیم دینا تھا کہ یہ کلمہ جدا نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بعض صحابہ نے راس آیت شمار کی اور دیگر نے شمار نہیں کیا۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ کی آیات احادیث کی روشنی میں سات ہیں لیکن بظاہر یہ چھ ہیں۔ اب کچھ حضرات بسم اللہ کو اس سورۃ کا جزو قرار دیتے ہیں اور دوسروں نے انعمت علیھم پر وقف کیا ہے اور اس کو راسِ آیت قرار دیا ہے۔

حکمتِ فواصل

قرآن مجید کی ایک معجزانہ حیثیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت کے عین مطابق اتارا ہے۔ فواصل قرآن بھی اسی حکمت کی ایک کڑی ہے۔ چنانچہ علامہ الزرکشیؒ لکھتے ہیں:

وتقع الفاصلة عند الاستراحة فی الخطاب، لتحسین الکلام بها و هی الطریقة الّتی یباین القرآن بها سائرالکلام۔ (19)

"فاصلہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب خطاب کے ساتھ استراحت کی جاتی ہے اور اس استراحت سے کلام میں حسن وخوبی پیدا کرنا مطلوب ہوتا ہے اور یہ ایسا طریقہ ہے کہ اس کی وجہ سے قرآن تمام کلاموں سے بالکل الگ اور نمایاں مقام رکھتا ہے "۔

اسی کو امام سیوطیؒ نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں اختیار کیا ہے۔(20)

امام شاہ ولی اللہؒ (م1176ھ) فواصل قرآن کے متعلق 'الفوز الکبیر' میں تحریر فرماتے ہیں:

انّہ تعالیٰ قد راعیٰ فی اکثر السور امتداد النفس بالمدة وبما تستقرّ علیہ المدة؛ و کذٰلک اعتبر فی الفواصل انقطاع النفس بالمدة وبما تستقر علیہ المدة، لا قواعد فنّ القافیة۔(21)

”اللہ نے اکثر سورتوں میں سانس کی درازی کا لحاظ فرمایا ہے نہ کہ بحر طویل اور مدید کا۔ اس طرح فاصلوں میں اعتبار فرمایا ہے سانس کا حرف مدہ اور اس حرف پر ختم ہونے کا جس پر حرف مدہ ٹھہر تا ہے نہ کہ فن قافیہ کے قواعد کا “۔

فواصل میں منہج القرآن:

قرآن کریم کے فواصل کے متعلق امام شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں:

”اگر آیت کا آخری کلمہ قافیہ بننے کے لائق ہوتا ہے تو اسی کو قافیہ بنایا جاتا ہے ورنہ آیت کے آخر میں ایسا جملہ بڑھا دیا جاتا ہے جس میں اللہ کی نعمتوں کا بیان ہوتا ہے یا مخاطب کے لئے تنبیہ ہوتی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:و ھو الحکیم الخبیر اور وکان اللہ علیماً حکیماًاور کبھی لعلّکم تتّقون اور کسی موقع پر ارشاد ہوتا ہے انّ فی ذٰلک لاٰیٰت لقومٍ یعقلون اور لقوم یتفکرون۔ بعض اوقات اطناب سے کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً سورۃ الفلق میں ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد اس میں اذا حسد کا اضافہ اطناب ہے۔ اطناب سے کلامِ سابق کی مزید وضاحت اور تاکید مقصود ہوتی ہے۔

اور کبھی ایسی جگہوں میں تقدیم اور تاخیر کی جاتی ہے مثلاً إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌاس میں روءف میں مبالغہ زیادہ ہے لیکن فاصلہ کی رعایت کی وجہ سے رحیم کو مؤخر کیا گیا ہے۔

کبھی فواصل کی وجہ سے قلب و زیادتی کی جاتی ہے۔ جیسے سورہ صافات کی آیت 130 میں الیاس کو الیاسین سے بدلا گیا ہے۔اسی طرح الظنونا، الرسولا، السبیلا میں فاصلہ کی رعایت کی وجہ سے الف کی زیادتی کی گئی ہے “۔ (22)

سجع فی القرآن کے متعلق مختلف نظریات

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اور یہ مخلوقات کی تمام صفات سے بالاتر کلام ہے۔ سجع کبوتر کی آواز کو کہتے ہیں اسی طرح عرب کاہن بھی اپنا رعب جمانے کے لئے مسجع کلام بولتے تھے لہٰذا قرآن مجید کی آیات کے لئے اس جیسے الفاظ کے استعمال کی ممانعت آئی ہے۔ امام الزرکشیؒ اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں:

و یمتنع استعمال القافیة فی کلام اللہ تعالیٰ لانّ الشرع لما سلب عنہ اسم الشعر وجب سلب القافیة ایضاً عنہ لانّھا منہ وخاصة بہ فی الاصطلاح- و کما یمتنع استعمال القافیة فی القرآن لا تطلق الفاصلة فی الشعر لانّھا صفة لکتاب اللہ فلا تتعدّاہ۔(23)

"اور کلام اللہ میں قافیہ کا استعمال ممنوع ہے کیونکہ جب شریعت نے اس سے شعر کی نسبت سلب کر دی ہے(وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ(الحاقۃ:41))تو اس طرح قافیہ کا لفظ بھی سلب ہونا چاہیئے۔کیونکہ قافیہ کا تعلق شعر سے ہے اور یہ اس کی مخصوص اصطلاح ہے اور جس طرح قرآن میں قافیہ کا استعمال ممنوع قرار دیا گیا ہے اسی طرح شعر میں فاصلہ کا اطلاق کرنا ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ کتاب اللہ کی صفت قرار دی گئی ہے پس اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے"۔

ابن خلدون(م808ھ)کا موقف:

"اس(قران مجید) میں کسی حرف کا التزام نہیں کیا جاتا کہ سجع بن جائے۔قرآن کی آخری آیتوں(رؤوس آی)کو فواصل کہتے ہیں کیونکہ اس میں سجع نہیں ہے کہ اسجاع کہلائیں اور نہ اس میں سجع کی طرح حرف روی(قافیہ)کی رعایت کی جاتی ہے کہ قوافی کہلائیں"۔(24)

علامہ جلال الدین السّیوطیؒ کا موقف:

والقرآن جامع لمحاسن الجميع علىٰ غير نظم لشيئٍ منها، يدلّ علىٰ ذٰلک انّه لا يصحّ ان يقال له رسالة او خطابة او شعرا او سجع كما يصح ان يقال له كلام۔(25)

"قرآن مجید تمام محاسن کا مجموعہ ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو رسالہ یا خطبہ یا شعر اور سجع کہنا صحیح نہیں ہے۔جس طرح اس کو کلام کہنا صحیح ہے"۔

یہی کچھ آپؒ نے الاتقان میں بھی بیان کیا ہے:"آیات کا نام قوافی رکھنا اجماعاً ناجائز ہے"۔(26)

الرّمانی المعتزلی کا موقف:

الرّمانی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:" اشعریہ قرآن میں سجع ہونے کے قول کو ممنوع قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سجع اور فواصل میں نمایاں فرق یہ ہوتا ہے کہ سجع مقصود فی نفسہ شے ہوا کرتی ہے جب کہ فواصل معانی کے متبع ہوا کرتے ہیں اور مقصود فی نفسہ نہیں ہوتے۔اسی سبب فواصل کو بلاغت میں شمار کیا گیا ہے اور سجع کو عیب کہا گیا ہے"۔(27)

قاضی ابو بکر الباقلانی(م403ھ)کا موقف:

قاضی صاحب نے بھی الرّمانی کا تتبع کیا ہے،وہ لکھتے ہیں:

واما الفواصل فهي حروف متشاكلة فى المقاطع، يقع بها افهام المعانى و فيها بلاغة- والاسجاع عيب لانّ السجع يتبعه المعنىٰ والفواصل تابعة للمعانى۔(28)

"فواصل مقاطع میں معانی کے افہام کے لئے واقع ہوتا ہے اور اس میں بلاغت ہے جب کہ سجع ایک عیب ہے کیونکہ معنی کو سجع کی پیروی کرنی پڑتی ہے جب کہ فواصل معانی کے تابع ہوتے ہیں"۔

ابو محمد عبد اللہ بن محمد الخفاجی (م466ھ) کا موقف:

الخفاجی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ رمّانی کا یہ قول " سجع عیب ہے اور فواصل بلاغت ہیں "غلط ہے کیونکہ اگر اس نے سجع سے وہ عبارت مراد لی ہے جو معنیٰ کی متبع ہو اور اس میں تکلّف مقصود نہ ہو تو اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایسا کلام بلاغت ہے اور فواصل بھی اسی کے مانند ہیں لیکن اگر اس نے اپنے اس قول سے ایسے کلام کو مراد لیا ہے کہ معانی اس کے تابع واقع ہوا کرتے ہیں اور وہ مقصود بالتکلف ہوتا ہے تو یہ بات عیب ہے "۔(29)

معرفتِ فواصل کے طریقے:

علم الفواصل قرآن مجید کا ایک اہم علم ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنی ہو یا اس کی تفسیر لکھنی ہو فواصل کا جاننا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ فواصل کی پہچان کے لئے علامہ سیوطیؒ نے مندرجہ ذیل دو طریقے بیان کئے ہیں:

(الف) توقیفی طریقہ　　　　(ب) قیاسی طریقہ

☆توقیفی طریقہ

اس کو سماعی طریقہ بھی کہتے ہیں۔ وہ فواصل سماعی اور توقیفی کہلاتے ہیں جو قراۃِ نبی ﷺ اور سماعِ صحابہؓ سے ثابت ہو چکے ہوں اور جس پر رسول اللہ ﷺ کا دائماً وقف کرنا ثابت ہو۔ اسی طرح جس لفظ اور کلمہ پر آپ ﷺ نے ہمیشہ وصل کیا ہو۔ مثلاً سورۃ الفاتحہ کے فواصل کے متعلق امّ سلمیٰؓ سے روایت نقل کی گئی ہے، فرماتی ہیں:

ان رسول اللہ ﷺ کان یقطع قراءتہ آیۃ آیۃ یقول بسم اللہ الرحمن الرحیم ثم یقف ثم یقول الحمد للۃ رب العلمین ثم یقف ثم یقول الرحمن الرحیم　　الخ۔(30)

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے،الرحیم، العلمین، الرحیم، الدین، نستعین،المستقیم اورالضالین پر وقف کیا اور یہ درس دیا کہ یہ سب کلمات فاصلہ ہیں اور راس آیت ہیں۔

☆قیاسی طریقہ

غیر منصوص اور احتمالی کو قیاسی قاعدہ کہتے ہیں۔ وقف ہر ایک کلمہ پر الگ الگ بھی جائز ہے اور تمام قرآن مجید کا وصل بھی جائز ہے۔(31)

فواصل کی معرفت کے لئے علماء اور ائمہ فن نے چند قواعد مقرر کئے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

ا۔ کسی آیت کا ماقبل آیت کے ساتھ طول اور قصر میں مساوات قائم ہو جانا۔ یعنی چھوٹی آیت کے متصل چھوٹی آیت آجانا۔ اس فن میں اس مساوات کا دو طرح سے اعتبار کیا جاتا ہے۔ کسی سورت کے ساتھ آیت کی مناسبت یا کسی سورت کی ایک آیت کے

ساتھ دوسری آیت کا موازنہ کرنا۔ البتہ یہ قاعدہ اکثر یہ ہے کلیہ نہیں۔ مثلاً: ﴿ثم نظر﴾ کو سورۃ مدثر میں شمار کیا گیا کیونکہ اس سورت کی اکثر آیات اسی طرح چھوٹی چھوٹی ہیں۔

۲۔ فواصل کی پہچان کا دوسرا قاعدہ مشاکلت کا ہے۔ کسی فاصلہ کا ماقبل یا اس سے ماقبل کے ساتھ موازنہ کرنا۔ مثلاً سورۃ النساء،

الاسراء، الکھف اور دوسری سورتوں کے فواصل کے آخر میں الف آتا ہے یعنی کبیراً، علیماً اور تفصیلاً وغیرہ کے الفاظ۔ اسی طرح سورۃ البلد اور سورۃ الاخلاص میں فواصل کے آخر میں حرفِ دال آتا ہے۔ مثلاً احد، یلد اور بلد وغیرہ۔

۳۔ قرآن مجید کی کسی سورت میں اس لفظ کے نظائر شمار کرنے پر اہلِ فن کا اتفاق کر لینا۔ مثلاً سورۃ آل عمران میں لفظ قیوم وغیرہ۔

۴۔ کلام کے مکمل ہو جانے پر بھی کسی فاصلہ کا تعین کیا جاتا ہے کیونکہ فاصلہ در حقیقت کلام منفصل کا نام ہے۔

فواصل کی معرفت کے فوائد

رؤوسِ آیات اور فواصل کی معرفت ایک عظیم الفائدہ امر ہے۔ اس کی معرفت کے درج ذیل فوائد ہیں۔

☆ فواصل کی وجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تین مختصر آیات نبی ﷺ کا معجزہ ہے اور اس حکم میں وہ لمبی آیت بھی شامل ہے جو تین آیات کے قائمقام ہو۔ یعنی الفاظ کی تعداد میں تین آیات کے برابر ہوں۔ قرآن مجید کی سب سے مختصر سورت سورۃ الکوثر ہے اور اس میں تین آیات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ (البقرہ:23)

☆ فواصل کی پہچان کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وقف حسن اور وقف سنت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اور عند البعض رؤوس آیات پر وقف کرنا مستحب فعل ہے۔

☆ نماز اور خطبہ کی صحت کے لئے لازم آیات کا علم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں کے لئے ایک حد مقرر ہے۔

☆ نماز میں معین تعداد آیات کی تلاوت سے اجر موعود کا علم ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ نماز میں تین آیات کی تلاوت کرنے سے تین موٹی، فربہ اور حاملہ اونٹیوں کا ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا جب مسلمان کو فواصل کا علم ہو گا تو اس میں اجر و ثواب کی رغبت مزید بڑھے گی۔(32)

فواصلِ قرآن مجید کی چار صورتیں:

علامہ جلال الدین السیوطیؒ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ فواصل قرآن درج ذیل چار صورتوں میں منحصر ہیں:

۱۔ تمکین ۲۔ تصدیر ۳۔ توشیح ۴۔ ایغال

ا۔ تمکین: اس کو ایتلاف القافیہ بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نثر نگار قرینہ کے واسطے اور شاعر قافیہ کے لئے ایسی تمہید اٹھائے کہ اپنی جگہ پر بالکل درست آجائے۔ اس کے معنی پورے کلام کے ساتھ ایسے متعلق ہو کہ اس کی عدم موجودگی کی صورت میں پورا کلام مضطرب ہو جائے۔ ذکر نہ کرنے کی صورت میں بھی سامع اس کو اپنی طبیعت سے مکمل کر سکتا ہے۔ مثلاً حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت منقول ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ آیت املا کرائی وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَر۔(المومنون:12-14) تو معاذ بن جبلؓ بول اٹھے؛ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ تو رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ معاذ بن جبلؓ نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت انہی الفاظ پر ختم ہوتی ہے۔(33)

تصدیر: تصدیر اس بات کا نام ہے کہ فاصلہ کا لفظ بعینہ ویسا ہی لفظ ہو جو کہ آیت کے شروع میں پہلے آچکا ہے۔ اس کا دوسرا نام ردالعجز علی الصدر بھی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

اول یہ کہ فاصلہ کا آخر اور صدر کلام کا آخری کلمہ باہم موافق ہوں مثلاً قولہ تعالیٰ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا۔ دوم یہ کہ صدر کلام کا اول کلمہ فاصلہ کے آخری کلمہ سے موافق ہو۔ مثلاً قولہ تعالیٰ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ۔ سوم یہ کہ فاصلہ کا آخیر کلمہ صدر کلام کے کسی نہ کسی کلمہ کے موافق ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا(34)

توشیح: توشیح اس کو کہتے ہیں کہ اول کلام میں کوئی ایسی بات ہو جو کہ قافیہ کو مستلزم ہوتی ہے۔ توشیح اور تصدیر میں فرق یہ ہے کہ توشیح کی دلالت معنوی ہوتی ہے اور تصدیر کی دلالت لفظی۔ مثلاً اس ارشاد ربانی میں وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ میں سننے والا فوراً سمجھ جائے گا کہ آیت کا فاصلہ مظلمون ہو گا۔(35)

ایغال: ایغال امکان کو کہتے ہیں۔ اور اس کی تعریف یہ ہے کہ کلام کو کسی ایسی بات پر ختم کیا جائے جو کہ ایسے نکتہ کا فائدہ دیتی ہو کہ کلام کے معنی بغیر اس نکتہ کے بھی تام ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قولہ تعالیٰ يَا قَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِينَ() اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُهْتَدُونَ اس آیت میں وَهُمْ مُهْتَدُونَ ایغال واقع ہوا ہے کیونکہ تمام رسول ہدایت یافتہ ہوتے ہیں۔(36)

فواصل کی اقسام:

فواصل قرآن کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

ا۔ متماثل ۲۔ متقارب ۳۔ متوازی ۴۔ متوازن ۵۔ مطرف

۶۔ مرصع

☆ المتماثل: فواصل کے حروف متماثل یعنی ہم جنس ہو۔جیسے: وَالطُّورِ () وَكِتَابٍ مَسْطُورٍ () فِي رَقٍّ مَنْشُورٍ (الطور:1۔3)

وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا () فَالْمُورِيَاتِ قَدْحًا () فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا (العادیات:1۔۔3)

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ () الْجَوَارِ الْكُنَّسِ () وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ (التکویر: 15۔۔17)۔(37)

☆ المتقارب: فواصل کے حروف متقارب ہوں یعنی قریب المخارج حروف ہوں۔جیسے:

الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ () مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ () إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ(الفاتحہ:2۔۔4)

ق وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ () بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ(ق:1۔2)۔(38)

☆ التوازی: متوازی اس کا نام ہے کہ دو فاصلے وزن اور قافیہ کی جہتوں سے باہم متفق ہوں اور پہلے فاصلہ میں جو لفظ ہے وہ دوسرے فاصلہ کے لفظ سے وزن اور قافیہ بندی میں مقابل نہ ہو۔مثلاً: فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ () وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ (الغاشیۃ:13۔14)

☆ التوازن: متوازن اس کو کہتے ہیں کہ دو فاصلے وزن میں بغیر خیال قافیہ بندی اور وزن کے موافق آجائے۔مثلاً:

وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ () وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ(الغاشیۃ: 15۔16)

☆ المطرف: مطرف سے مراد یہ ہے کہ دو فاصلے وزن میں باہم مختلف اور حروف سجع میں باہم متفق ہو۔مثلاً:

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا () وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا(نوح:13۔14)

☆ مرصع: مرصع سے مراد دو فاصلے وزن اور قافیہ بندی دونوں لحاظ سے متفق ہوں اور جو بات پہلے فاصلے میں ہے وہ دوسرے فاصلہ کی بات سے ویسی ہی مقابل واقع ہوں۔جیسے قولہ تعالیٰ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ () ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (39)

خلاصہ بحث

علماء کرام کا قرآن کے جملوں اور آیتوں کا نام فواصل اور اس کے لئے سجع سے پرہیز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کو ان تمام اوصاف سے پاک اور منزّہ قرار دیا جائے جو کاہنوں سے روایت کئے جانے والے کلام کے بارے میں آتا ہے۔

قرآن مجید کلام اللہ ہے اور اس کو کسی مخلوق کی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جائز نہیں ہے جس کے متعلق کوئی حکم خداوندی موجود نہ ہو۔

☆حوالہ جات☆

ا۔لویس معلوف،المنجد، دارالاشاعت اردو بازار کراچی۔1994ء۔ص750، 751۔

2۔ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ، 11/521۔مادہ 'فصل'۔

3۔الزرکشیؒ، بدرالدین، محمد بن عبداللہ، البرھان فی علوم القرآن، دار الحدیث جامعہ ازہر، مصر۔2006ء۔ص50۔

4۔ایضاً۔

5۔السیوطیؒ، جلال الدین، علامہ ،الاتقان فی علوم القرآن، مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور، پاکستان۔2/230۔

6۔الباقلانی، قاضی ابو بکر، اعجاز القرآن، www.waqefya.com۔ص270۔

7۔الرّمانی، ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن، الرسالۃ الثانیہ۔ص89۔

8۔ابن منظور ،لسان العرب، 11/521۔مادہ 'فصل'۔

9۔الحسناوی، محمد، الفاصلۃ فی القرآن، دار عمار، عمان۔2000ء۔ص39۔

10۔ ایضاً، ص41۔

11۔السیوطیؒ، الاتقان فی علوم القرآن، 2/232۔ خطیب، عبدالکریم، اعجاز القرآن الکریم، مکتبۃ دار الفکر العربی۔1974ء۔ 2/206، 207۔

12۔ابن خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ، المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور۔2005ء۔ص687۔

13۔عبدالرزاق علی ابراھیم موسیٰ، المحرر الوجیز فی عدّ آی الکتاب العزیز، مکتبۃ المعارف، ریاض، سعودی عرب۔1988ء۔ص25۔

14۔الزرکشیؒ، البرھان فی علوم القرآن، ص50۔

15۔حاجی خلیفہ، کشف الظنون، www.almishkat.com، 2/1293۔

16۔الزرقانی، محمد عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، www.almishkat.com، الطبعۃ الثالثۃ، 1/1346۔

17۔قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن(تفسیر قرطبی)، www.al-islam.com، 3/375۔

18: رضوان بن محمد المکنی بابی عید، شرح المخللاتي :1/22، فصل في الأعداد المتداولة بين علماء الأمصار، طبع نامعلوم۔

19۔الزرکشیؒ، البرھان فی علوم القرآن، ص50۔

20۔السیوطیؒ، الاتقان فی علوم القرآن،2/231،232۔

21۔شاہ ولی اللہؒ،الفوزالکبیر فی اصول التفسیر،باب سوم فصل دوم، مکتبۃ البشریٰ کراچی،پاکستان۔2010ء۔ص76۔

22۔پالن پوری، مفتی سعید احمد،الخیر الکثیر(شرح الفوز الکبیر)دارالاشاعت کراچی۔2007ء۔ص405۔

23۔قرطبی،الجامع لاحکام القرآن(تفسیر قرطبی)،ص53۔

24۔ابن خلدون،عبدالرحمن،مقدمہ،ص687۔

25۔السیوطیؒ،جلال الدین،معترک الاقران فی اعجازالقرآن،دارالکتب العلمیہ،بیروت،لبنان۔1988ء۔1/6۔

26۔السیوطیؒ، الاتقان فی علوم القرآن،2/232۔

27۔الرّمانی، ثلاث رسائل فی اعجاز القرآن، ص89۔

28۔الباقلانی، قاضی ابوبکر،اعجاز القرآن۔ص270۔

29۔الخفاجی،ابومحمد عبداللہ بن محمد بن سعید بن سنان،سرّ الفصاحۃ، دار الکتب العلمیہ،بیروت،لبنان۔

30۔السعیدوعزوز،الحقائق المکللة فی بیان اعجاز فواصل الآیات المنزّلة۔ www.alq10.com،2008ء۔ص6۔السیوطیؒ، الاتقان فی علوم القرآن،2/231۔

31۔ایضاً۔

32۔الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، 1/344۔

33۔السیوطیؒ،الاتقان فی علوم القرآن،2/239۔

34۔ایضاً:2/244،245۔

35۔ایضاً۔

36۔ایضاً:2/185۔

37۔الزرکشیؒ، البرھان فی علوم القرآن، ص62۔

38۔ایضاً،ص63۔

39۔ایضاً۔